Lesson 3: Hud (Ayaat 50- 83): Day 12

سُوۡرَۃُ ھُود کی تفسیر

اب یہاں سے حضرت ابراہیمؑ کا ذکر ہے لیکن اُن کا ذکر اُس طرح سے نہیں ہے جس طرح باقی نبیوں کا تھا۔ باقی انبیاء کی قوموں پر عذاب کا ذکر تھا۔ وہ انباء والرُسل تھی۔ لیکن ہمیں حضرت ابراہیمؑ کی قوم پر کسی عذاب کا تذکرہ نہیں ملتا۔ تین نبی جن کا تذکرہ ہم پیچھے پڑھ چکے، حضرت نوحؑ، حضرت ھودؑ اور حضرت صالحؑ۔ اسکے بعد اب یہاں حضرت ابراہیمؑ کا ذکر قصص النبیین کے طور پہ ہے۔ اس کے بعد پھر تین رسولوں کا تذکرہ آئے گا جو آپکی نسل میں سے تھے۔ حضرت لوطؑ جو آپکے بھتیجے بھی تھے اور آپ کے ہم عصر بھی تھے یعنی اُسی دور کے نبی تھے۔ اُنکا ذکر انباء الرُسُل میں آئے گا۔

انباءُالرُسُل اور قصص النبیین میں کیا فرق ہے؟ انباءُالرُسُل میں قوموں پر عذاب کی باتیں ہوتی ہیں اور قصص النبیین میں نبیوں کی سیرت ہوتی ہے۔ اور یہاں پہ حضرت ابراہیمؑ کا ذکر ایک سائیڈ پوائنٹ کی طرح آیا ہے۔ اصل فیصلہ قومِ لوطؑ پر عذاب کا تھا۔ فرشتے حضرت لوطؑ کے پاس جانے سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے۔ وہاں یک چھوٹا سا مکالمہ ہو گا اور پھر فرشتے حضرت لوطؑ کی طرف جائیں گے۔ اگر آپکو سورۃ الاعراف کی ترتیب یاد ہو تو اُدھر بھی چھ رسولوں کا تذکرہ انباء الرُسُل کے انداز پہ ہوا تھا، وہاں حضرت ابراہیمؑ کا ذکر نہیں تھا۔ اگر تھوڑا اور پیچھے چلیں تو سورۃ الانعام جسے آپ سورۃ الاعراف کی جڑواں سورۃ کہیں گے تو وہاں حضرت ابراہیمؑ کا ذکر قصص النبیین کے طور پہ تھا۔ تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ نبیوں کے قصے پڑھتے وقت بھی کان کُھلے رکھنے چاہئیں اور نصیحت لینی چاہیئے۔

وَلَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُنَآ اِبۡرٰهِيۡمَ بِالۡبُشۡرٰى قَالُوۡا سَلٰمًا‌ ؕ قَالَ سَلٰمٌ‌ فَمَا لَبِثَ اَنۡ جَآءَ بِعِجۡلٍ حَنِيۡذٍ

﴿٦٩﴾

اور دیکھو، ابراہیمؑ کے پاس ہمارے فرشتے خوشخبری لیے ہوئے پہنچے کہا تم پر سلام ہو ابراہیمؑ نے جواب دیا تم پر بھی سلام ہو پھر کچھ دیر نہ گزری کہ ابراہیمؑ ایک بھنا ہوا بچھڑا (ان کی ضیافت کے لیے) لے آیا۔

رُسُلُنَا سے پتہ چل رہا ہے کہ ایک سے زیادہ تھے، فرشتے تھے اور بعض روایات میں آتا ہے کہ تین فرشتے تھے۔ جَآءَتْ مؤنث ہے اور فرشتوں کے لیئے مؤنث کا لفظ آتا ہے۔ جس وقت یہ فرشتے آئے اُس وقت حضرت ابراہیمؑ سو (100) سال کے تھے اور اُنکی بیوی سارہ اسی (80) سال کی تھیں۔ اولاد کی نعمت سے بی بی سارہ تو محروم تھیں لیکن حضرت ابراہیمؑ کی دوسری بیوی سے ایک اولاد یعنی حضرت اسماعیلؑ موجود تھے۔ یہاں بِالْبُشْرٰی سے مُراد حضرت صالحؑ کی خوشخبری ہے۔ قَالُوْا سَلٰمًا۔ فرشتوں نے سلام کہا۔ تو یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ بوقتِ ملاقات ہائے، بائے کہنے کی بجائے سلام کہنا چاہیئے۔ اسی طرح نیک لوگوں کا یہی کلام ہوتا ہے۔ اسی طرح جنت میں بھی فرشتے سلامتیاں بھیجتے ہوئے دِکھتے ہیں۔ "قَالَ سَلٰمٌ" بظاہر یہ لگ رہا ہے کہ فرشتوں نے بھی کہا "سلام" اور حضرت ابراہیمؑ نے بھی جواب میں "سلام" کہا۔ یہ مُراد نہیں ہے۔ ہم پیچھے سورۃ النساء میں پڑھ چکے ہیں کہ جب کوئی تمھیں سلام کرے تو اُسکا بہت اچھا جواب دو اور اُسے بہتر پلٹا دو۔ اور یہاں سلام سے کیا مُراد ہے کہ فرشتے قوموں پہ عذاب کا پیغام لاتے تھے تو یہاں فرشتے حضرت ابراہیمؑ کو کہہ رہے ہیں کہ آپ سلامت رہیں۔ ہم آپ پہ کوئی عذاب کا پیغام نہیں لائے۔ ہاں جن قوموں پہ فرشتے عذاب کا پیغام لے کے جاتے تھے اُنہیں سلام نہیں کہتے تھے۔ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ۔ عِجْلٍ بچھڑے کو کہتے ہیں۔ یہاں سے آپکو حضرت ابراہیمؑ کی مہمان نوازی نظر آئے گی۔ یہاں لفظ آیا ہے حَنِيْذٍ۔

ح،ن،ذ سے ہے۔ بُھنا ہوا (بار، بی، کیو)۔ وہ گوشت جسکو آگ پہ پکایا جائے۔ چربی ٹپکاتا ہوا گوشت۔ پہلے دور میں لوگ اسی طرح کرتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے مہمان نوازی کی کوشش کی لیکن ہوا کیا؟

فَلَمَّا رَاٰۤ اَيۡدِيَهُمۡ لَا تَصِلُ اِلَيۡهِ نَكِرَهُمۡ وَاَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِيۡفَةً ؕ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰى قَوۡمِ لُوۡطٍ ؕ ﴿۷۰﴾

مگر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے پر نہیں بڑھتے تو وہ ان سے مشتبہ ہو گیا اور دل میں ان سے خوف محسوس کرنے لگا اُنہوں نے کہا "ڈرو نہیں، ہم تو لوطؑ کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں" ۔

نَكِرَ کا معنی ہے انکار کرنا۔ سٹرینج محسوس کیا کیوں کہ عربوں کی عادت تھی کہ جب مہمان کچھ نہ کھائے تو دو میں سے ایک بات ہو سکتی ہے یا تو دشمنی کی نیت سے آیا ہے یا پھر کوئی بُری خبر لایا ہے۔

اَوۡجَسَ۔ ج،و،س۔ چُھپنے کو کہتے ہیں۔ خاص طور پر ڈر کو چُھپانا۔ دل ہی دل میں ڈرے اور اسکو چُھپانے کی کوشش کرنے لگے۔ عربی زبان میں 'ڈر' کے لیئے بہت سارے لفظ ہیں۔ مثلاً ہم پڑھتے ہیں خوف، خافَ۔ "خافَ" کہتے ہیں آنے والے خوف کا اندیشہ۔ اسی طرح لفظ خشیہ آتا ہے 'خشیت' بھی اسی سے ہے۔ خشیت ہوتا ہے کسی امر کی عظمت کی وجہ سے ڈرنا۔ یعنی اللہ کی بڑائی کے احساس کے ساتھ اُسکی عظمت سے ڈرنا۔ اسی طرح ایک لفظ ہوتا ہے "خشع"۔ اس کا معنی ہے ایسا ڈر جسکا اثر اعضاء اور جوارح پر بھی پڑے۔ ایک اور لفظ ہے 'تقویٰ' اتقاء۔ انجام کے خوف کی وجہ سے گناہوں سے بچنا۔ 'حَذِراہ'، کسی خطرے کی چیز سے بچنا، ڈرنا اور اُردو میں کہتے ہیں چوکنا ہونا۔ 'وَجَف'، ڈر سے دل

دھڑکنے لگنا، اضطراب کے معنوں میں۔'راھب'، ایسا ڈر جس میں احتیاط بھی ہو، اضطراب بھی ہو اور وہ طویل ہو۔'اشفَق' کسی کی خیر خواہی کے ساتھ تکلیف آنے سے ڈرنا۔ڈر اور رحم کے ملے جلے جذبوں کے لیئے یہ لفظ آتا ہے۔ دنیا کی کوئی ایسی زبان نہیں جس میں "ڈر" کے لیئے اتنے الفاظ ہوں۔ ہم تو اتنے الفاظ جمع بھی نہیں کر سکتے۔

سب سے پہلی بات کہ حضرت ابراہیمؑ کو یہ نہیں پتہ تھا کہ یہ فرشتے ہیں۔ تو یہاں سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ نبیوں کو غیب کا علم نہیں ہوتا، جب تک اللہ اُن کو نہ بتائے۔ دوسری بات جو یہاں تک ہم نے دیکھی وہ حضرت ابراہیمؑ کی مہمان نوازی ہے۔ یہاں سے مہمان نوازی کے آداب سیکھنے کو ملتے ہیں۔ پہلی بات کہ کچھ لوگ سلام ہی نہیں کرتے، اور اگر کریں بھی تو اتنا روکھا پھیکا انداز ہوتا ہے۔ آنے والا اس سے پریشان ہوتا ہے۔ اگر کسی آنے والے کو دیکھ کر آپ خوش نہیں ہوتے تو اُس کے دل پہ کیا گزرے گی۔ دوسری بات یہ دیکھیں کہ حضرت ابرایمؑ مرد تھے۔ خود سے جتنا بن پڑا کر دیا۔ مزید کچھ پوائنٹس نوٹ کر لیں۔

1۔ کسی کو بھی کھانا کھلائیں تو اللہ کی محبت میں کھلائیں۔ یہ نہ سوچیں کہ مہمان کیا کہیں گے، نہ رکھا تو جا کے باتیں کریں گے۔

2۔ مہمان کو پوچھیں نہ کہ کیا پیئیں گے۔ ٹھنڈا پیئیں گے یا گرم۔ خود بھی تو عقل ہے۔ گرمی میں ٹھنڈا، سردی میں گرم۔ مہمان رسماً یا مروۃً کہہ دے گا کہ "رہنے دیں" اور بعد میں اُسے مشکل ہو گی۔

3۔ جو چیز آسانی سی مہیا ہو، یا جو کچھ بھی گھر میں ہو مہمان کے آگے رکھ دیں۔ ہمارا حال کیا ہے کہ اچانک مہمان کو دیکھ کے پہلے تو ہمارا رنگ اُڑ تا ہے پھر مہمان کو بٹھا کے خود غائب۔ اور آدھے گھنٹے کے بعد چائے کی ٹرالی لیئے آپ داخل ہوں۔ یہ مہمان کو شرمندہ کرنے والی بات ہوتی ہے۔

4۔ دستر خوان کُھلا ہونا چاہیئے۔ یہ نہ ہو کہ آپ گِن گِن کے چیزیں رکھیں، مہمان کو لیتے ہوئے بھی شرمندگی ہو۔ نبی کریمؐ کی بہت ساری احادیث بھی اس معاملے میں ہمیں ملتی ہیں۔

5۔ مہمان کے سامنے رکھ کے اُنہیں کھانے کے لیئے بھی کہیں۔

6۔ ظاہری تکلف سے بچیں۔ ضرورت سے زیادہ چیزیں مت رکھیں کہ رعب پڑے۔ لیکن جو بھی رکھیں کُھلا رکھیں۔ دل کھول کے کھلائیں۔ اللہ آپکو بھی بھر کے دے گا۔

7۔ مرد خود بھی کام کر سکتا ہے۔ بیوی کو کہنا ضروری نہیں کہ آپ لائیں۔ بیوی گھر تھی لیکن حضرت ابراہیمؑ خود سارا کچھ کر رہے ہیں۔ ہمارے ہاں مَردوں کا گھر کے کام کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ یہ درست بات نہیں۔

نبی کریمؐ سے کسی صحابیہ نے پوچھا کہ ہم کسی کے گھر جاتے ہیں اور مروۃً کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں بھوک نہیں ہے۔ تو کیا یہ بھی جھوٹ ہے تو نبی کریمؐ نے فرمایا کہ بھوک اور جھوٹ کو اکٹھا نہ کرو۔ یعنی یہ بھی جھوٹ ہے۔ اگر بھوک لگی ہے تو کہہ دیں کہ ہاں ہمیں بھوک ہے۔

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾

ابراہیمؑ کی بیوی بھی کھڑی ہوئی تھی وہ یہ سن کر ہنس دی پھر ہم نے اس کو اسحاقؑ کی اور اسحاقؑ کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی ۔

فَبَشَّرْنٰهَا یہاں 'ھا' مؤنث کی ہے۔ یعنی خوشخبری بی بی سارہ کو دی جا رہی ہے۔ یہ نہیں کہا فَبَشَّرْنٰهُما۔ کیوں کہ ابراہیمؑ کا پہلے بیٹا تھا۔ حضرت اسماعیلؑ؛ لیکن بی بی سارہ کوئی اولاد نہیں تھی۔ ایک سو سال کے ہیں اور ایک اسی سال کی۔ تو جب حضرت سارہ نے یہ بات سُنی تو بہت حیران ہوئیں۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے بہت ہی خوبصورت نقطہ دیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ گھر سے بے گھر ہوئے۔ ہجرتیں کرتے کرتے اللہ کے گھر کو آباد کیا۔ سب سے پہلے اپنے ماں باپ اور گھر چھوڑا۔ شادی کی تو بڑھاپے میں جا کے اولاد ملی۔ اجنبی ملک میں ہیں۔ کوئی طاقت نہیں لیکن اللہ اُنکے اچھے عمل کا کیا بدلہ دیتا ہے کہ بانجھ بیوی سے بڑھاپے میں اسحاقؑ کی خبر دے دی۔ نہ صرف اسحاقؑ کی بلکہ پوتے یعقوبؑ کی بھی خبر دے دی۔ نسل چلتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب انسان اللہ پہ توکل کرتا ہے تو اللہ اُسے وہ چیزیں بھی دیتا ہے جو عام حالات میں ممکن نہیں ہوتیں۔ آج کے ڈاکٹرز ہوتے تو کہتے یہ بچہ نہیں ہو سکتا۔ اس کی عمر تو menopause سے اوپر چلی گئی ہے۔ اللہ unususal لوگوں کے ساتھ unususal باتیں کرتا ہے۔ چونکہ ابراہیمؑ کی قربانیاں دوسروں سے مختلف تھیں تو اسلیئے اُن کے ساتھ معاملہ بھی دوسروں سے مختلف ہوا۔ اب یہاں سے اُٹھ کے فرشتوں کو حضرت لوطؑ کی طرف جانا تھا جو اُنکے بھتیجے (یا بھانجے) بھی تھے۔ اُن کو قوم پہ عذاب کی خبر سُنانی تھی تو یہ خبر سُن کے حضرت ابراہیمؑ کو دُکھ ہوتا تو اس لیئے پہلے اُنہیں بچے کی خوشخبریاں دیں۔

یہاں سے ایک بات اور پتہ چلتی ہے کہ فرشتے ایک ساتھ خوشی اور غم کی خبریں لائے ہیں۔

اس لیئے جس گھر میں خوشیاں ہوں وہ اتنانہ اترائیں، کیاپتہ اسی گھر میں کوئی غم بھی آجائے۔ اور اسے طرح جہاں غم ہو وہاں فرشتے خوشیوں کی خبریں بھی لاسکتے ہیں۔ اب خوشخبری ملنے پہ حضرت ابراہیمؑ اور بی بی سارہ کا ردِّ عمل دیکھیے۔

قَالَتۡ يٰوَيۡلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوۡزٌ وَّهٰذَا بَعۡلِىۡ شَيۡخًا‌ ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىۡءٌ عَجِيۡبٌ ﴿۷۲﴾

وہ بولی "ہائے میری کم بختی! کیا اب میرے ہاں اولاد ہو گی جبکہ میں بڑھیا پھونس ہو گئی اور یہ میرے میاں بھی بوڑھے ہو چکے؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے"

ایک عورت کا ردِ عمل دیکھیں۔ جب انسان کو اچانک کوئی خوشی ملتی ہے تو پریشان ہو جاتا ہے۔ مردوں کو بھی ایسی باتوں پہ حیرت ہوتی ہے لیکن عورتیں جذباتی اور دور اندیش ہوتی ہیں۔ مرد ٹھنڈے دماغ سے سوچتے ہیں لیکن عورتیں بہت زیادہ سوچتی ہیں۔ اس لیئے حیران ہو رہی ہیں کہ میرے گھر بچہ کیسے ہو گا؟

قَالُوۡۤا اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ‌ؕ اِنَّهٗ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ ﴿۷۳﴾

فرشتوں نے کہا "اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ ابراہیمؑ کے گھر والو، تم لوگوں پر تو اللہ کی رحمت اور اُس کی برکتیں ہیں، اوریقیناً اللہ نہایت قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے"

یہاں دیکھیں کہ کس طرح بیوی کو اہلِ بیت میں سے رکھا۔ یہ ایک بہت اہم نقطہ ہے کہ کیا نبی کریمؐ کی بیویاں اہلِ بیت میں سے تھیں۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے۔ یہاں صرف حضرت ابراہیمؑ اور اُنکی بیوی ہیں۔ لیکن اہلِ بیت کہہ کے بی بی سارہ کو مخاطب کیا جارہا ہے۔ جیسی نبی کریمؐ کا فرمان ہے کہ فاطمہؓ،

علیؓ، حسن اور حُسینؓ کے بارے میں ہے کہ اے اللہ یہ میرے گھر والے، اہلِ بیت ہیں۔ یہاں سے بیوی کی اہمیت بھی سمجھ آتی ہے۔ ان سارے باتوں میں ہمارے لیئے چند باتیں قابلِ غور ہیں اور وہ کیا کہ حضرت ابراہیمؑ اللہ کا کام کر رہے تھے، اللہ نے ابھی تک اولاد کی نعمت سے دور رکھا تھا۔ اب اتنی بڑی خوشخبری سُن کے اُنہوں نے دین کا کام کرنا نہیں چھوڑا۔ مقصد سے نہیں ہٹے۔

ہم ایسے مواقع پہ فرائض بھی بھول جاتے ہیں۔ یہی وہ وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ کو حنیف کہتے تھے۔ اُمتِ واحد تھے۔ حضرت ابراہیمؑ سے بڑھ کے کون غیر معمولی انسان ہو سکتا ہے۔ لیکن مہمان کی خاطر کرتے ہوئے کتنے پُر سکون دِکھتے ہیں۔ ہم سوچتے ہیں کہ دین کا کام کرنے والوں کو اپنے آس پاس ہر وقت ایمر جنسی نافذ کیئے رکھنی چاہیئے۔ یہ بہت ہی نامناسب رویہ ہوتا ہے۔ اب حضرت ابراہیمؑ کو اچھی خبر تو مل گئی لیکن اُنہیں خیال آیا کہ یہ فرشتے اس کے علاوہ بھی کچھ کرنے آئے ہیں تو اُنہوں نے بتادیا کہ ہاں حضرت لوطؑ کی قوم پہ عذاب کی خبر بھی ہے تو اس بات پہ اُنکا کیا ردِ عمل تھا؟

آیت 74

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرٰهِيمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوْطٍ ﴿٧٤﴾

پھر جب ابراہیمؑ کی گھبراہٹ دور ہو گئی اور (اولاد کی بشارت سے) اس کا دل خوش ہو گیا تو اس نے قومِ لوط کے معاملے میں ہم سے جھگڑا شروع کیا۔

ابراہیمؑ یہ سارے جذبے دل میں رکھتے ہوئے ہم سے یہ بحث کرنے لگ گئے کہ قومِ لوط پر یہ عذاب کیوں آئے گا۔ تورات میں یہ جھگڑا بڑی تفصیل سے موجود ہے۔ خلاصہ کیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے

کہا کہ اگر ان بستیوں میں پچاس آدمی بھی نیک ہوئے تو کیا پھر بھی انکو ہلاک کیا جائے گا۔ فرشتوں نے کہا نہیں پھر نہیں ہلاک کیا جائے گا۔ پھر پوچھا اگر چالیس ہوئے، کہا پھر بھی نہیں۔ اسی طرح ہوتے ہوتے کہتے ہیں کہ پانچ آدمیوں پہ بات آگئی کہ اگر پانچ لوگ اچھے ہوئے تو کیا پھر بھی عذاب ہو گا۔ فرشتوں نے کہا کہ آپ اب اس بات کو چھوڑ دیں کیوں کہ آپ کے اللہ کا فیصلہ ہو چکا۔ حضرت لوطؑ پہ اُنکی دو بیٹیوں کے علاوہ کوئی مرد ایمان نہیں لایا۔ پوری بستی تباہ و برباد ہو چکی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کا یہ جھگڑا کیوں تھا؟

اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ لَحَلِيۡمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيۡبٌ ﴿۷۵﴾

حقیقت میں ابراہیمؑ بڑا حلیم اور نرم دل آدمی تھا اور ہر حال میں ہماری طرف رجوع کرتا تھا۔

یہاں حضرت ابراہیمؑ کی تین صفات اکٹھی جمع کر دیں۔ قدر افزائی کی جارہی ہے۔ دوسروں سے محبت کرتے تھے اس لیئے جھگڑا کر رہے تھے۔ حلیم الطبع تھے، نرم مزاج تھے۔ آخری حد تک لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی، تبھی تو عذاب آیا لیکن اس کے باوجود تڑپ تھی کہ قوم پہ عذاب نہ آئے۔ یہی کیفیت نبی کریمؐ کی بھی تھی اور یہی نرمی حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بھی دی تھی کہ گناہ گاروں کو پکڑ کے مارنا نہیں بلکہ اُنکے ساتھ اچھا معاملہ کرنا ہے۔ یہ وہ صفات ہیں جو لوگوں کے دلوں میں دین والے کی جگہ بناتی ہیں۔

آپ اگر قرآن کے ساتھ جُڑے ہیں تو آپ اپنے اندر نرمی لائیں گے تو اور خوبصورت لگیں گے۔ اور اگر زبانیں بھی سخت، لہجے بھی کٹھور اور چہرے پہ مسکراہٹ بھی نہیں تو یاد رکھیں کہ لوگ پھر ہم سے کٹنے لگیں گے۔

الرَّوْعُ کا اایک اور معنی نوٹ کر لیں۔ دل کی ایسی کیفیت جو انسان کو تعجب میں بھی ڈالے اور خوف بھی ہو۔ اسکو اُردو میں حیرت اور خوف کی ملی جُلی کیفیت کہتے ہیں۔ اور یہاں جھگڑے سے مُراد لڑائی نہیں ہے بلکہ دلائل کے ساتھ بحث کرنا ہے کہ ابھی تو حضرت لوطؑ وہاں موجود ہیں تو پھر بھی عذاب کیوں آرہا ہے۔ اور مُّنِيبٌ 'ناب' سے ہے۔ اسکے معنی ہیں ہر طرف سے کٹ کر ایک طرف جُڑنے والا۔ کیا خوبیاں ہیں حضرت ابراہیمؑ کی۔ کہیں حنیف ہیں تو کہیں مُنیب ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی اتنی تڑپ تھی قومِ لوط کے لیئے لیکن کچھ کام نہ آئی۔ اسی طرح پیچھے حضرت نوحؑ کی دعا اپنے بیٹے کے لیئے قبول نہ ہوئی۔ اسی لیئے حضرت ابراہیمؑ کو کہا جا رہا ہے؟

يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَآ ۖ إِنَّهُۥ قَدْ جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ ءَاتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ﴿٧٦﴾

(آخر کار ہمارے فرشتوں نے اس سے کہا) "اے ابراہیمؑ، اس سے باز آ جاوٴ، تمہارے رب کا حکم ہو چکا ہے اور اب ان لوگوں پر وہ عذاب آکر رہے گا جو کسی کے پھیرے نہیں پھر سکتا"

یہ تھا حضرت ابراہیم کے ساتھ اللہ کا معاملہ۔ پیچھے ہم نے پڑھا کہ حضرت یونسؑ کی قوم پہ عذاب ٹل گیا اور یہاں حضرت ابراہیمؑ کی تڑپ پہ بھی عذاب نہیں ٹلا۔ قومِ یونس خود تڑپی تھی، خود چاہتی تھی، یہاں دوسرے تڑپ رہے ہیں۔

یہ جملہ نوٹ کرلیں کہ دوسروں کی تڑپ مجھے فائدہ نہیں دے گی جب تک میں خود نہیں تڑپوں گی۔ دوسروں کے لیئے تڑپ ہونی چاہیئے لیکن اس میں دوست پرست تو ٹھیک ہے لیکن انسان پرست نہیں ہونا کہ وہ کچھ غلط بھی کردے تو پھر بھی اُنکا ساتھ نہ چھوڑیں۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾

اور جب ہمارے فرشتے لوطؑ کے پاس پہنچے تواُن کی آمد سے وہ بہت گھبرایا اور دل تنگ ہوا اور کہنے لگا کہ آج بڑی مصیبت کا دن ہے ۔

کیا مہمانوں کو دیکھ کے حضرت لوطؑ کا دل تنگ پڑ گیا تھا۔ نہیں وَضَاقَ بِهِمْ ، تنگی ہونا، دل گھٹنا۔ مطلب وہ دل میں گھبرا گئے تھے کیوں کہ فرشتے خوبصورت نوجوانوں کے روپ میں آئے تھے۔ اُنہیں اپنی قوم کی بدفعلی کا اندازہ تھا۔ آنکو یہ ڈر تھا کہ میرے مہمان ان کے لیئے کہیں فتنہ نہ بن جائیں۔ عَصِيْبٌ ، ع،ص،ب عصب، سختی کو کہتے ہیں۔ ایک چیز کو دوسری سے باندھنا۔ اُردو میں ہم اس سے ملتا جلتا لفظ بولتے ہیں 'عصاب'۔ عصاب پٹھوں کو کہتے ہیں۔ گوشت ہڈیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ اسی سے لفظ تعصب بنتا ہے۔ تعصب کسے کہتے ہیں کہ اپنے نظریات میں اتنا سخت ہونا کہ دوسرے کو صحیح جانتے ہوئے بھی صحیح نہ ماننا۔

آج مسلمانوں کا یہی حال ہے۔ یہ میرے گروہ کا نہیں، میرے مسلک کا نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بات رکھ دی کہ حضرت لوطؑ کہہ رہے ہیں آج تو بہت سخت دن ہے۔

وَجَآءَهٗ قَوۡمُهٗ يُهۡرَعُوۡنَ اِلَيۡهِ ؕ وَمِنۡ قَبۡلُ كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوۡمِ هٰٓؤُلَاۤءِ بَنٰتِىۡ هُنَّ اَطۡهَرُ لَـكُمۡ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ فِىۡ ضَيۡفِىۡ ؕ اَلَيۡسَ مِنۡكُمۡ رَجُلٌ رَّشِيۡدٌ ﴿۷۸﴾

(ان مہمانوں کا آنا تھا کہ) اس کی قوم کے لوگ بے اختیار اس کے گھر کی طرف دوڑ پڑے پہلے سے وہ ایسی ہی بدکاریوں کے خوگر تھے لوطؑ نے ان سے کہا "بھائیو، یہ میری بیٹیاں موجود ہیں، یہ تمہارے لیے پاکیزہ تر ہیں کچھ خدا کا خوف کرو اور میرے مہمانوں کے معاملے میں مجھے ذلیل نہ کرو کیا تم میں کوئی بھلا آدمی نہیں؟"

يُهۡرَعُوۡنَ۔ ه، ر، ع سے ہے۔ تیزی سے دوڑنا۔ خود نہیں دوڑ رہے تھے، کوئی اور انکو دوڑا رہا تھا۔ اصل میں ان کے جذباتی ہونے کی کیفیت کو پیش کیا جا رہا ہے۔ خوبصورت لڑکوں کی آمد کی خبر سُن کے نفس کے ہاتھوں بے قابو ہو گئے۔ یہاں سے حضرت لوطؑ کی بے بسی دِکھتی ہے۔ ایک قوم کا سربراہ ہے، نبی ہے اور وہ لوگوں کو سمجھانا چاہ رہا ہے لیکن لوگ سمجھتے نہیں۔ گناہ کا نشہ خاص طور پر اس گناہ homosexuality کا نشہ بہت بُرا ہوتا ہے کہ اس میں ماں، بہن، بیٹی رشتوں کی تمیز مٹ جاتی ہے۔ حضرت لوطؑ کو اپنے مہمانوں کا غم تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہو گا۔ اور قوم کی ڈھٹائی دیکھیئے اور یاد رکھیئے غلط کام کرنے والوں کی زُبان ایسے ہی کھلتی ہے۔

قَالُوۡا لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَا لَنَا فِىۡ بَنٰتِكَ مِنۡ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعۡلَمُ مَا نُرِيۡدُ ﴿۷۹﴾

انہوں نے جواب دیا "تجھے تو معلوم ہی ہے کہ تیری بیٹیوں میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ ہم چاہتے کیا ہیں"

اس سے زیادہ بھی کوئی ڈھٹائی کی بات ہو سکتی ہے۔ آپ اِدھر اُدھر کی بات نہ کریں، آپکو اچھی طرح پتہ ہے ہم کیا چاہتے ہیں۔ یہ گناہ کا نشہ بول رہا ہے۔ اب حضرت لوطؑ کی بے بسی دیکھیئے؛

قَالَ لَوۡ اَنَّ لِیۡ بِکُمۡ قُوَّۃً اَوۡ اٰوِیۡۤ اِلٰی رُکۡنٍ شَدِیۡدٍ ﴿۸۰﴾

لوطؑ نے کہا "کاش میرے پاس اتنی طاقت ہوتی کہ تمہیں سیدھا کر دیتا، یا کوئی مضبوط سہارا ہی ہوتا کہ اس کی پناہ لیتا"۔

حضرت لوطؑ کہہ رہے ہیں کہ تم میں کوئی غیرت مند نہیں، کوئی ہوش مند نہیں، کیا ہو گیا ہے تمہیں، اتنے سخت ہو گئے ہو۔ کوئی میرا سہارا ہوتا۔ نبی کریمؐ نے اس آیت پہ فرمایا؛

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے لوطؑ پر؛ وہ ایک مضبوط قلعے میں ہی تو تھے، مُراد ہے اللہ کی پناہ، اللہ کی حفاظت تو اُنکو تھی۔ لیکن اُس وقت اُنکی یہ حالت تھی اُس میں وہ یہ کہنا بھول گئے کہ میں اللہ کی پناہ میں تو آ سکتا ہوں۔ تو اُنہیں یہ کہنا چاہیئے تھا کہ میں تم سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ وقتی طور پہ یہ بات اُنکے منہ سے نکلی تھی۔ جس پہ اللہ تعالیٰ نے اُنکو معاف کر دیا تھا۔ کہنے کا مقصد یہ تھا کہ آج میرا کوئی زور تم پہ نہیں چل رہا۔

قَالُوۡا یٰلُوۡطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنۡ یَّصِلُوۡۤا اِلَیۡکَ فَاَسۡرِ بِاَہۡلِکَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّیۡلِ وَ لَا یَلۡتَفِتۡ مِنۡکُمۡ اَحَدٌ اِلَّا امۡرَاَتَکَ ؕ اِنَّہٗ مُصِیۡبُہَا مَاۤ اَصَابَہُمۡ ؕ اِنَّ مَوۡعِدَہُمُ الصُّبۡحُ ؕ اَلَیۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِیۡبٍ ﴿۸۱﴾

تب فرشتوں نے اس سے کہا کہ "اے لوطؑ، ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، یہ لوگ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے بس تو کچھ رات رہے اپنے اہل و عیال کو لے کر نکل جا اور دیکھو، تم میں سے کوئی

شخص پیچھے پلٹ کر نہ دیکھے مگر تیری بیوی (ساتھ نہیں جائے گی) کیونکہ اس پر بھی وہی کچھ گزرنے والا ہے جو اِن لوگوں پر گزرنا ہے ان کی تباہی کے لیے صبح کا وقت مقرر ہے صبح ہوتے اب دیر ہی کتنی ہے!"

پیچھے پلٹ کے نہ دیکھنے سے اس لیئے منع کیا کہ جب وہ قوم پہ عذاب دیکھیں گے تو اُنہیں رحم آئے گا۔ بڑا سخت امتحان ہے کہ قوم کی تباہی کا بھی بتا دیا اور اُس تباہی کو دیکھنے سے منع بھی کر دیا۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ غلط کام کرنے والوں پہ جب اللہ کا عذاب آئے تو ترس بھی نہ کھاؤ۔ انکی بیوی پر بھی وہی عذاب آیا تھا جو باقی قوم پہ آیا تو سوال یہ ہے کہ اُنکی بیوی کا کیا قصور تھا؟

ہم سورۃ تحریم آیت دس میں پڑھیں گے کہ اللہ کافروں کے لیئے مثال بیان کرتا ہے نوحؑ کی بیوی کی اور لوطؑ کی بیوی کی۔ یہ دونوں ہمارے چُنے ہوئے بندوں کے ماتحت تھیں لیکن انہوں نے اپنے شوہروں کی خیانت کی۔ کیا خیانت تھی؟ کہتے ہیں کہ انکی بیوی جس کا یہاں ذکر ہو رہا ہے انکے مشن میں شریک نہیں تھی۔ حضرت لوطؑ کی بیوی اپنے گھر کے اوپر کچھ جھنڈیاں لگا دیتی تھی۔ جیسے لڑکوں کی آمد کی خبر بیوی نے سارے خاندان والوں کو دی تھی۔ یہ حضرت لوطؑ کے خاندان سے نہیں تھی۔ غیر خاندان کی تھی اور اپنے خاندان اور برادری کی محبت اس کے دل سے نہیں نکلی تھی تو اس نے دوسروں کو بُلایا، کہ آجاؤ ہمارے گھر میں لڑکے آئے ہوئے ہیں۔ یہ اس کی خیانت تھی۔ اسی پر اللہ نے اسے پکڑ لیا۔ فرشتوں نے کہا کہ آپ ہماری فکر نہ کریں۔ آپ نکل جائیں۔ یہ ہجرت کا آخری حکم ہوتا ہے نبیوں کو؛

فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا جَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهَا حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ۙ مَّنۡضُوۡدٍ ﴿۸۲﴾

پھر جب ہمارے فیصلے کا وقت آ پہنچا تو ہم نے اس بستی کو تل پٹ کر دیا اور اس پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر تابڑ توڑ برسائے۔

اَمۡطَرۡنَا کا لفظ مطر سے ہے۔ پتھروں کی بارش کو کہتے ہیں۔ سِجِّیۡلٍ ۙ فارسی کا لفظ ہے۔ سنگ اور گِل۔ عربی میں سنگ، سج میں بدل گیا۔ سنگ پتھر کو کہتے ہیں۔ جیسے سنگِ مرمر اور گِل کہتے ہیں مٹی کو۔ تو گیلی مٹی کے پتھر دھوپ میں گرم ہونے کی وجہ سے پختہ ہو کے سخت بنتے ہیں۔ جیسے اینٹوں کو بھٹی میں پکایا جاتا ہے۔ ان بستیوں پر دو صورتوں میں عذاب آیا تھا۔ ایک زمین میں دھماکہ ہوا، جس کے نتیجے میں زلزلہ آیا۔ یہ بستاں اُلٹی پلٹی گئیں اور اوپر سے پتھروں کی بارش ہوئی۔ اور انہی پتھروں میں انہیں دفنایا گیا۔ پتھر بھی کیسے تھے؟

مُّسَوَّمَةً عِنۡدَ رَبِّكَ ؕ وَ مَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ بِبَعِیۡدٍ ﴿۸۳﴾

جن میں سے ہر پتھر تیرے رب کے ہاں نشان زدہ تھا اور ظالموں سے یہ سزا کچھ دور نہیں ہے۔

یعنی ہر آدمی کا نام اُس پتھر پر لکھا ہوا تھا۔ جس پر بھی وہ پتھر گرتا تھا، کہتے ہیں سر کے راستے سے جسم میں جاتا تھا اور شرمگاہ سے باہر نکلتا تھا۔ کیوں کہ یہ گندا فعل سوچ سے شروع ہوتا ہے اور شرمگاہ پہ رُکتا ہے۔ جیسا فعل ویسی سزا۔

قریش کے قافلے جب فلسطین کی طرف جاتے تھے تو پہلے قومِ ثمود اور قومِ مدین کی طرف سے گزرتے تھے۔ پھر قومِ لوط کی بستیوں کے آثار بھی ان کے راستے میں آتے تھے۔ تبوک کے سفر میں بھی راستے میں کچھ بستیوں سے گزر ہوا۔

تو آپ دیکھ سکتے ہیں کہ کس طرح سے اللہ تعالی نے ان قوموں کو پکڑا۔ان کے کام جیسے تھے اللہ نے ویسا ہی ان کے ساتھ معاملہ کیا۔

آج بھی یہی گناہ ہے۔لیکن پکڑ کیوں نہیں؟اسکی وجہ یہ ہے کہ آج ڈھیل ہے،اُس دور میں ایک جُرم پر قوموں کو پکڑ لیا جاتا تھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے تھے کہ جب کوئی غلط کام کرتا ہے تو اُس پہ اُسکی پکڑ لازمی ہے۔ آج کے دور کے بہت سارے فتنوں میں سے ایک فتنہ homosexuality ہے۔جتنا بھی اپنے گھروں کا ماحول پاک صاف رکھ سکیں رکھیں۔

بچوں کو ایک دوسرے کے ساتھ کبھی نہ سونے دیں۔راتوں کو اُٹھ کے چکر لگائیں۔اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اُسے نماز کا حکم دو،دس سال کا ہونے پر جب وہ نماز نہ پڑھے تو سختی کرو اور اُنکے بستر الگ کر دو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہماری نسلوں کو ان تمام فتنوں سے بچا لے۔اور ہمیں اسلام کو پھیلانے والا بنائے۔آمین